سورة الانبیاء

آیات ۳۰ - ۳۳

آیات ۳۰ - ۳۳

اَوَ لَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ؕ وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ
شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَ جَعَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِہِمۡ ۪ وَ جَعَلۡنَا فِیۡہَا فِجَاجًا
سُبُلًا لَّعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا ۚۖ وَّ ہُمۡ عَنۡ اٰیٰتِہَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳۲﴾ وَ ہُوَ
الَّذِیۡ خَلَقَ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ وَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۳۳﴾

آیات ۳۰ - ۳۳

- سورۂ الانبیاء کی یہ آیات قرآنِ کریم کی اُن آیات میں سے ہیں جن میں خالقِ کائنات نے انسان کو نہ صرف غور و فکر کی دعوت دی بلکہ کائناتی حقائق کے ایسے نکات بیان کیے جو اُس وقت انسانی علم کے بالکل باہر تھے۔ یہ آیات در حقیقت قرآن مجید کے علمی اعجاز کا ایک حیرت انگیز نمونہ پیش کرتی ہیں۔
- ان آیات میں کائنات کا آغاز، روئے زمین پر پانی سے زندگی کا آغاز (ان کی طرف اشارے اور رہنمائی)، زمین میں پہاڑوں کی تخلیقی حکمت، زمین کی فضا ایک حفاظتی کرہ، دن رات کی پیدائش (اور اس میں پوشیدہ فوائد اور حکمتیں)، اجرامِ فلکی کا اپنے مداروں میں گردش شامل ہیں
- یہ تمام حقائق اس وقت نازل ہوئے جب نہ کوئی دوربین تھی، نہ خردبین اور نہ ہی جدید سائنسی آلات۔ عرب کا معاشرہ علمِ فلکیات اور ارضیات سے بنیادی طور پر ناآشنا تھا۔ ایسے ماحول میں ان گہرے سائنسی حقائق کا بیان، جو صدیوں بعد سائنس نے دریافت کیے، قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے کا زندہ اور ناقابل تردید ثبوت ہے۔ قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں ہے، لیکن جب وہ کائنات کی تخلیق اور اس کے نظام کے بارے میں بات کرتا ہے تو اس کا ہر لفظ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہوتا ہے، جو اس کے الہامی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ اس بات کا واضح اعلان ہے کہ یہ کتاب اسی ہستی کا کلام ہے جو کائنات کے ہر راز سے پوری طرح آگاہ ہے
- انسان اگر ان مشاہدات اور اپنے بصیرت (فطرتِ سلیمہ) دونوں کو دیانت سے استعمال کرے، تو ایک ہی حقیقت تک پہنچاتے ہیں یعنی ایک اکیلے خالقِ کائنات تک۔

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء

آیات 112

مکیة

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ

تمام انبیاء کی دعوت کا محور توحید اور دین کی دعوت و اقامت ہے؛ نجات اسی میں ہے، رسول اللہ ﷺ کی بعثت پوری انسانیت کے لیے رحمت ہے۔ جو اس دعوت کو رد کریں گے وہ خسارے میں رہیں گے، جبکہ زمین کی وراثت صالحین کو ملے گی۔

قریش کو انذار و تنبیہ - توحید کے دلائل اور انکارِ رسالت پر وعید

آیات 1-47

آیات 1 تا 15
قریش کے لیے اتمامِ حجت: انذار مکذبین کو یاد دہانی - تاریخِ عالم کا حوالہ

آیات 16 تا 29
کائنات کی حقیقت اور انجام: توحید کا اثبات اور شرک کی تردید

آیات 30 تا 41
کائنات کی نشانیوں سے استدلال اور کفار کے اعتراضات کا جواب

آیات 42 تا 47
دعوتِ حق کا غلبہ اور منکرین کو انجام کی تنبیہ

تاریخ نبوت اور کارِ نبوت

آیات 48-91

آیات 48 تا 50
موسیٰؑ و ہارونؑ کا ذکر - قرآن و تورات کی مشترکہ دعوتِ توحید

آیات 51 تا 73
ابراہیم علیہ السلام کی توحیدی خدمات—عقیدۂ توحید

آیات 74 تا 77
لوطؑ اور نوحؑ کی نجات مجرمین کی ہلاکت

آیات 78 تا 86
صابر و شاکر انبیاء کی مثالیں اہل ایمان کی حوصلہ افزائی

آیات 87 تا 90
خدا کی قدرت و حکمت کے مظاہرے - یونس، زکریا، یحییٰ، علیہم السلام کا حوالہ

آیات 91
اللہ کی قدرت کی نشانی: حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ

اختتامیہ - دعوتِ انبیا کا تسلسل اور آخری فیصلے کی تنبیہ

آیات 92 -112

آیات 92 تا 95
تمام انبیاء کی ایک ہی ملت کی طرف دعوت، توحید کی ملت—پھر لوگوں کا اختلاف

آیات 96 تا 106
قربِ قیامت کی تنبیہ
اہلِ شرک کا انجام
اہلِ ایمان و توحید کا انجام

آیات 107 تا 112
آپ ﷺ رحمت اللعالمین اور آپؐ پر ایمان لانے کی دعوت
مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہوگا

اَوَلَمۡ يَرَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ كَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰهُمَا ؕ وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ كُلَّ شَىۡءٍ حَىٍّ ؕ اَفَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝٣٠ وَجَعَلۡنَا فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِهِمۡ

اَوَلَمۡ يَرَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا - اور کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا

اَ : ہمزہ استفہامیہ (کیا) - لَمۡ حرف نفی

رَأى يَرَى ، رُؤْيَةٌ: دیکھنا، غور کرنا

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ - کہ بیشک آسمان اور زمین

كَانَتَا رَتۡقًا - دونوں جڑے ہوئے تھے

رَتَقَ يَرْتُق ، رَتْقًا : جڑے ہوئے ہونا، پھٹے ہوئے کپڑے کی سلائی کرکے ملانا

رَتَقَ اور فَتَقَ ایک دوسرے کی ضد ہیں

(ف ت ق)

فَفَتَقۡنٰهُمَا - پھر ہم نے الگ کیا دونوں کو

فَتَقَ يَفْتَقُ ، فَتْقًا: الگ کرنا، جڑی ہوئی چیز کو پھاڑ کر الگ الگ کرنا۔ بخیہ ادھیڑنا

وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ - اور ہم نے بنایا پانی سے

كُلَّ شَىۡءٍ حَىٍّ - ہر ایک زندہ چیز کو

حَيٍّ: صفت (حَيَاةٌ سے) - زندہ

اَفَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ - تو کیا وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے

وَجَعَلۡنَا فِى الۡاَرۡضِ - اور ہم نے بنائے زمین میں

جَعَلَ يَجْعَلُ ، جَعْلًا: بنانا

رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِهِمۡ - پہاڑ کہ وہ ہلا (نہ) دے ان کو

رَوَاسِي: رَاسِيَةٌ کی جمع

رَسَا يَرسُو رُسُوًّا: ٹھہر/جم جانا، لنگر انداز ہونا

مَادَ يَمِيْدُ ، مَيْدً: حرکت کرنا، ہلنا، ڈگمگانا یا جھومنا

پہاڑ چونکہ جمی ہوئی مضبوط چیز ہیں اس لیے رَوَاسِی پہاڑ کے (مجازی) معنی میں

وَ جَعَلۡنَا فِیۡهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمۡ یَهۡتَدُوۡنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا ۚۖ وَّ هُمۡ عَنۡ اٰیٰتِهَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۳۳﴾

وَ جَعَلۡنَا فِیۡهَا - اور ہم نے بنائے اس میں

فَجَّ یَفُجُّ ، فَجًّا: دو پیروں کے درمیان فاصلہ کرنا۔ پھیلانا۔ کشادہ کرنا - دو پہاڑوں کے درمیان کا شگاف

فِجَاجًا سُبُلًا - کشادہ راستے

فِجَاجا : فَجٌّ کی جمع - کشادہ

سُبُل: سَبِیْلٌ کی جمع

لَّعَلَّهُمۡ یَهۡتَدُوۡنَ - تاکہ وہ لوگ راہ پائیں۔

وَ جَعَلۡنَا السَّمَآءَ - اور ہم نے بنایا آسمان کو

سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا - محفوظ چھت

سَقَفَ یَسْقُفُ ، سَقْفًا: چھت بنانا، چھپّر ڈالنا

سَقْف : چھت (وہ حصہ جو کمرہ کے اندر سے نظر آتا ہے – Ceiling)

وَّ هُمۡ عَنۡ اٰیٰتِهَا مُعۡرِضُوۡنَ - اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں

مُعْرِض جمع مُعْرِضُوْن منہ موڑنے والے

وَ هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ الَّیۡلَ - اور وہی ہے جس نے پیدا کیا رات

وَ النَّهَارَ وَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ - اور سورج اور چاند کو

فَلَك: مدار (Orbit)

کُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ یَّسۡبَحُوۡنَ - سب (اپنے اپنے) مدار میں تیرتے ہیں

سَبَحَ یَسْبَحُ ، سَبْحًا : تیرنا، حرکت کرنا بہ حالِ حرکت تیزی سے گھومنا

اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ
بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ وَ
الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

کیا وہ لوگ جنہوں نے (نبیؐ کی بات ماننے سے) انکار کر دیا ہے غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے اِنہیں جدا کیا، اور پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی کیا وہ (ہماری اس خلّاقی کو) نہیں مانتے؟ اور ہم نے زمین میں پہاڑ جما دیے تاکہ وہ انہیں لے کر ڈھلک نہ جائے اور اس میں کشادہ راہیں بنا دیں، شاید کہ لوگ اپنا راستہ معلوم کر لیں ، اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا، مگر یہ ہیں کہ اس کی نشانیوں کی طرف توجّہ ہی نہیں کرتے اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سُورج اور چاند کو پیدا کیا سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں

Have not those who disbelieve known that the heavens and the earth were of one piece, then We parted them, and we made every living thing of water? Will they not then believe? And We placed firm mountains on earth lest it should sway with them, and We made wide paths in them that they may find their way; and We made the sky a secure canopy; and yet they turn away from these Signs. It is He Who created the night and the day, and the sun and the moon. Each of them is floating in its orbit.

محمد اقبال

اَوَلَمۡ یَرَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ؕ وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۰﴾

توحید اور معاد پر آفاق اور مشاہدات کی شہادت

- گذشتہ آیات میں معاد توحید اور معاد کی وہ دلیلیں بیان ہوئیں جو عقل، فطرت اور خدا کی صفات سے واضح ہیں۔ اب ان لوگوں کو، جو نئی نشانیوں کا مطالبہ کر رہے تھے، بتایا گیا کہ آفاق و کائنات میں پہلے ہی خدا کی قدرت، رحمت اور ربوبیت کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ اگر وہ ان واضح نشانیوں پر غور نہیں کرتے، تو نئی نشانی دکھا بھی دی جائے تو وہ یقین نہیں لائیں گے زمین و آسمان کے لیے " رتق " اور " فتق " کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ رتق کے معنی ہیں یکجا ہونا، اکٹھا ہونا، ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہونا، متصل ہونا۔ اور فتق کے معنی پھاڑنے اور جدا کرنے کے ہیں۔

- ان الفاظ سے جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ ابتدائے خلقت میں آسمان و زمین کا آپس میں ملا ہوا اور اکٹھا ہونا اور بعد میں ان دو کا ایک دوسرے سے الگ اور جدا ہونا ہے۔ غالباً اس سے زمین و آسمان کی وہ ابتدائی حالت مراد ہے جس کو موجودہ زمانہ میں Big Bang نظریہ کہا جاتا ہے۔ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق کائنات کا تمام مادہ ابتداءً ایک بہت بڑے گولے (Homogeneous mass) کی صورت میں تھا۔ معلوم طبیعاتی قوانین کے مطابق اس وقت اس کے تمام اجزاء اپنے اندرونی مرکز کی طرف کھنچ رہے تھے اور انتہائی شدت کے ساتھ باہم جڑے ہوئے تھے۔ اس کے بعد اس گولے کے اندر ایک دھماکہ ہوا اور اس کے اجزاء اچانک بیرونی سمت میں پھیلنا شروع ہوئے۔ اس طرح بالآخر وہ وسیع کائنات بنی جو آج ہمارے سامنے موجود ہے۔

- ابتدائی مادی گولہ (سپر ایٹم) غیر معمولی واقعہ بیرونی مداخلت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس طرح آغاز کائنات کی یہ تاریخ واضح طور پر ایک ایسی ہستی کو ثابت کرتی ہے جو کائنات کے باہر اپنا مستقل وجود رکھتی ہے اور جو اپنی ذاتی قوت سے کائنات کے اوپر اثر انداز ہوتی ہے۔

اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ؕ وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۰﴾

" بیشک سب آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان دونوں کو الگ کر دیا"

- قدیم مفسرین نے اس کی کیا تفسیر کی ہے؟
- قدیم تمام مفسرین نے اس آیت کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے کی ہے:
- کہ آسمان و زمین پہلے باہم جڑے ہوئے تھے۔ دونوں کا مادہ باہم پیوستہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب دونوں کو جدا کیا : اس وقت دونوں کا منہ بند تھا، آسمان پانی نہیں برستاتا تھا اور زمین سے گھاس نہیں اگتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے دونوں کے منہ کھول دیئے۔ تاریخ چنانچہ آسمان سے پانی برسنے لگا، اور زمین سے روئیدگی شروع ہوئی۔ اس طرح زمین قابل رہائش بن گئی اور ہم نے پانی سے ہر جاندار مخلوق بنائی جان : صرف جانوروں ہی میں نہیں ہوتی، پودے بھی کسی درجہ میں جاندار ہیں۔ جو نہیں آسمان سے پانی برسنے لگا زمین میں جان پڑ گئی۔ نباتات کی روئیدگی شروع ہو گئی، اور حیوانات پانی سے پیدا ہونے لگے۔ ہر جاندار کی تخلیق بلاواسطہ یا بالواسطہ پانی سے ہوئی ہے

وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۰﴾

پانی مبدأ حیات

- جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت نے زمین و آسمان میں اپنے رنگ دکھائے ہیں، اسی طرح اس کی قدرت کا ایک یہ بھی رنگ اور اظہار ہے کہ اس نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا فرمایا۔ یعنی پانی کو پروردگار نے سبب زندگی اور اصل حیات بنایا اور اسی سے زندگی کا آغاز کیا۔
- یہاں "خَلَقْنَا" کے بجائے "جَعَلْنَا" کا استعمال محض تخلیق کے اعلان سے زیادہ وسیع اور پُر معنی ہے
- خَلَقْنَا کا لفظ صرف تخلیق (Creation) پر اکتفا کرتا ہے، یعنی کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا
- جَعَلْنَا کے معنی میں اُس شے کو کسی خاص حال، اور کسی خاص طریقے پر قائم کرنا، اس کا نظام اور اسباب مقرر کرنا بھی شامل ہے۔ یعنی صرف وجود میں لانا نہیں بلکہ اس کو باقی رکھنا اور اس کے اندر زندگی کا سبب پیدا کرنا، جَعَلْنَا میں ترتیب، تدبیر اور استمرارِ زندگی کے عناصر بھی آجاتے ہیں، جو محض "خَلَقْنَا" میں نہیں ہوتے
- فلسفہ تخلیق میں قرآن نے تخلیقِ حیات اور اس کی نشو و نما کے اسباب کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ "جَعَلۡنَا" یہ بتاتا ہے کہ اللہ نے پانی کو محض تخلیقی موقع نہیں بلکہ اسبابِ بقا اور ارتقا کی بنیاد بنا دیا ہے
- پانی ہی اصل اساسِ زندگی ہے۔ ہر جاندار کی بقا، نشو و نما اور وجود پانی سے وابستہ ہے۔ نباتات کی نشو و نما ہو یا حیوانات کی بقا، سب حیاتی کیمیائی عمل (Biochemical processes) پانی کے بغیر ممکن نہیں۔

وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

زندگی کے آغاز (Origin of Life) میں پانی کا کردار

- جدید سائنسی نظریہ کے مطابق تقریباً 3.8 سے 4 ارب سال پہلے زمین پر حالات ایسے بنے کہ پانی کی بڑی مقدار سمندروں اور تالابوں کی صورت میں موجود تھی۔ یہی آبی ماحول وہ primordial soup تھا جس میں نامیاتی سالمے (organic molecules)، پروٹین اور RNA غیرہ وجود میں آ سکے، اور ان کی بقا و ارتقاء کے لیے کیمیائی تعاملات (Chemical Reactions) پانی میں ہونا شروع ہوئے
- زندگی کے ابتدائی خلیے (Cell) اور پانی کے درمیان گہرا تعلق ہے، اور پانی کو ہر جاندار کے وجود و بقاء کے لیے بنیادی شرط تسلیم کیا جاتا ہے۔ سائنسدانوں کے مطابق زندگی کا آغاز ایک سادہ خلیے سے ہوا، جس میں پانی نہ صرف cell جسمانی ساخت (structure) کا حصہ تھا، بلکہ تمام حیاتی و کیمیائی تعاملات (Reaction) کے لیے ضروری ذریعہ بھی تھا
- تجرباتی تحقیقات سے اب یہ ثابت شدہ ہے کہ خلیہ کے 70 تا 90% اجزاء پانی پر مشتمل ہیں، اور حیاتیاتی عمل جیسے metabolism، تقسیم، نمو اور وراثت سب کو جاری رکھنے کے لیے پانی لازمی ہے
- سائنسی نقطہ نظر سے پانی نہ صرف ابتدائی خلیے کے قیام اور نشوونما کے لیے لازمی ہے بلکہ اس کے بغیر زندگی کا کوئی کیمیائی یا حیاتیاتی عمل ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرینِ حیاتیات اور سیاروی زندگی کے ماہرین آج بھی دوسرے سیاروں پر پانی کی تلاش کو زندگی کا بنیادی قرینہ مانتے ہیں، کیونکہ جہاں پانی ہوگا، وہاں زندگی کے آثار ممکن ہیں۔ جدید سائنسی نظریہ کے مطابق زندگی کے ابتدائی خلیے اور پانی کا تعلق نہایت بنیادی ہے، سائنسی لحاظ سے پانی زندگی کا گہوارہ (cradle of life) سمجھا جاتا ہے

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٣١﴾

پہاڑ — اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے

- قرآن کریم میں پہاڑوں سے متعلق کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ارشادات فرمائے۔ زمین میں ان کے رکھنے کی علت بتائی، ان کو بنانے والے رب کی ربوبیت کی طرف توجہ دلائی گئی اور اللہ کی ان عظیم نشانیوں پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے
- پہاڑوں سے متعلق قرآن کے بیانات میں سے سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ پہاڑ زمین کے استحکام (stability) کے لیے بنائے گئے ہیں:

☜ پہاڑ زمین کے لیے میخوں (Peg) کی طرح - أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ۝ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا (النبأ: 6–7) کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟

"أَوْتَاد" (جمع وتد) کا مطلب ہے خیمہ گاڑنے کی میخ - جو خیمے کو ہلنے سے روکتی ہے۔ اسی طرح پہاڑوں کو زمین کے استحکام کے لیے تشبیہ دی گئی ہے۔

☜ مقصدِ تخلیق: زمین کو متوازن رکھنا- وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ (النحل: 15) اور اس نے زمین میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیے تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈانواں ڈول نہ ہو

☜ یعنی پہاڑ زمین کے توازن اور حرکت میں اعتدال کا سبب ہیں۔ قرآن یہاں واضح کرتا ہے کہ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین میں زلزلہ خیزی (instability) ہوتی

وَ جَعَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِہِمۡ ۪ وَ جَعَلۡنَا فِیۡہَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۳۱﴾

جدید سائنس - پہاڑ اور زمینی استحکام

- موجودہ ارضیات (Geology) کے علم کے مطابق پہاڑ زمین کے بیرونی حصے (تختہ یا پلیٹس) کے کناروں پر بنتے ہیں، اور ان کی جڑیں زمین کے اندر بہت گہرائی میں جاتی ہیں جو "isostasy" کہلاتی ہے۔
- یہ عمیق جڑیں پلیٹس کو متوازن رکھتی ہیں اور زمین کے مختلف حصوں میں توازن پیدا کرتی ہیں، بالکل اس طرح جیسے کشتی کا کیل یا خیمے کی میخ استحکام دیتی ہے
- پہاڑوں کا نمایاں حصہ زمین کے اندرونی حصے میں ہوتا ہے جو زمین کی قشر (crust) کو مستحکم بناتا ہے
- پہاڑ پلیٹس کی حرکت کو سست کرتے اور تصادم میں استحکام پیدا کرتے ہیں۔
- پہاڑ زمینی سکیڑ (compression) اور زلزلہ کے اثرات کو معتدل کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔
- پہاڑ کی جڑیں زمین کے اندر کئی گنا زیادہ گہری ہوتی ہیں، جو ایسے علاقے میں زمین کو ساکت اور مضبوط رکھتی ہیں

چونکہ پہاڑ دنیا بھر میں مختلف جگہوں پر پھیلے اور متوازن طور پر واقع ہیں، جو زمین کی گردش (روٹیشن) کو بھی استحکام بخشنے میں کردار ادا کرتے ہیں، پلیٹس کی حرکت اور تصادم کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نقصانات کو کم کرتے ہیں۔ اس طرح پہاڑ زمین کی تعمیر، توازن، اور استحکام کے بنیادی عوامل میں سے ہیں، جن کی توضیح قرآن میں "اوتاد/ میخ" کے استعارے میں کی گئی ہے

وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۖ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾

پہاڑوں کے فوائد (دوسری علت)

- پہاڑوں سے متعلق پہلی بات "ان کا زمین کو توازن دینے والا کردار " اور دوسری بات "راستوں کی پیدائش" یعنی انسانی استفادے اور فائدے سے متعلق ہے۔
- **اس کا ایک مطلب** یہ ہو سکتا ہے کہ پہاڑوں کے درمیان ایسے درے رکھ دیے اور دریا نکال دیے جن کی وجہ سے پہاڑی علاقوں سے گزرنے اور زمین کے ایک خطے سے دوسرے خطے کی طرف عبور کرنے کے راستے نکل آتے ہیں۔ یا ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک پہنچنے کے لیے راہ بن جاتی ہے یا بنالی جا سکتی ہے۔ یہ کشادہ راستے انسانی زندگی میں سہولت، ترقی اور رہنمائی کے لئے ایک عظیم کائناتی نظام کی نشاندہی کرتے ہیں، جو انسانی معاشرت اور تمدن کے فروغ کا ذریعہ بنتے ہیں۔
- **اس کا دوسرا مطلب** یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ نے ان پہاڑوں کو پیدا کیا پھر زمین پر انھیں جمایا اور پھر ان میں راستے نکالے اور ان کے اندر عجیب و غریب دھاتیں رکھیں اور پانی کے چشمے رواں کیے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے تاکہ انسان ان میں غور کرے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت اور حکمت کو سمجھنے کی کوشش کرے (گویا یہ پہاڑ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اسباب میں سے)
- لیکن انسان کا عجیب حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے عجیب و غریب نشانیوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن جو نشانیاں پہاڑوں کی صورت میں اس کے سامنے کھڑی ہیں ان میں غور و فکر نہیں کرتا۔ تو ایسا انسان جو زمین و آسمان کی نشانیوں اور پہاڑوں کی حیرت انگیزیوں سے کوئی سبق نہیں سیکھتا تو اسے اگر کوئی اس کی طلب کے مطابق کوئی معجزہ دکھا بھی دیا جائے تو وہ اس سے کیا ہدایت حاصل کرے گا۔ ہدایت کے لیے تو عقل کی سلامتی، طبیعت کی آمادگی اور قلبی یکسوئی ضروری ہے جو ان لوگوں کو میسر نہیں۔ اس لیے بجائے ہدایت حاصل کرنے کے معجزات کے مطالبے پر اکتفا ہی کو حاصل زندگی سمجھتے ہیں

وَ جَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا ۚۖ وَّهُمۡ عَنۡ اٰيٰتِهَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳۲﴾

آسمان کی نشانیوں کی طرف اشارہ

- اللہ تعالیٰ معجزات کا مطالبہ کرنے والوں کو زمین کی نشانیوں کے بعد بے کنار آسمان کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ یہ آسمان اتنا وسیع ہے کہ انسانی پیمانے آج تک اس کی پیمائش نہیں کر سکے، اور اتنا بلند ہے کہ انسان کی رسائی سے باہر ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اتنی قدیم چھت ہونے کے باوجود اس میں نہ کہیں بوسیدگی نظر آتی ہے اور نہ ہی بناوٹ میں کوئی خلل یا معمولی شگاف۔ یہ آسمانی چھت ہماری حدِ نظر اور حدِ تصور سے کہیں زیادہ مضبوط اور ہر قسم کی دراڑ سے محفوظ ہے
- موجودہ انسانی علم سے یہ بات ہمیں پتہ چلتی ہے کہ ہمارے اوپر آسمان واقعی انسان کے لیے ایک " محفوظ چھت " ہے کئی لحاظ سے

1. فضائی غلاف (Atmospheric Shield) : زمین کا کرۂ ہوا (atmosphere) سورج کی مہلک شعاعوں (UV rays (meteoroids اور cosmic rays) سے زمین کو بچاتا ہے۔ فضا کا اوپری حصہ (mesosphere, thermosphere) زیادہ تر شہاب ثاقب کو جلا دیتا ہے (جو سقفاً محفوظاً کے مصداق ہے)
2. اوزون کی سطح (Ozone Layer) : اوزون کی تہہ سورج کی الٹراوائلٹ شعاعوں ((UV-B, UV-C کو جذب کر لیتی ہے، جو حیاتیاتی زندگی کے لیے مہلک ہیں۔ اگر یہ تہہ نہ ہو تو زمین پر زندگی برقرار نہ رہ سکے۔
3. مقناطیسی غلاف (Magnetosphere) : زمین کا مقناطیسی میدان (magnetic field) سورج کی charged particles (solar wind) کو موڑ دیتا ہے، جو بصورتِ دیگر فضا کو اڑا دیتے۔ یہ مقناطیسی تحفظ زمین کو خلائی طوفانوں سے محفوظ کرتا ہے

یہ سب کائناتی توازن اور استحکام (Stable Celestial System) کا حصہ ہیں اور اگر یہ توازن و استحکام بگڑ جائے تو اجرام آسمانی زمین سے ٹکرا جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آسمانی فضا کو بطورِ کائناتی نظام تمہارے لیے حفاظت کا ذریعہ بنایا۔ ذرا غور کرو!

وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ‌ؕ كُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ ۝۳۳

آسمان کی نشانیوں کی طرف اشارہ

- دن اور رات کا تسلسل ۔ آسمان کی نمایاں نشانیوں کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے کہ وہی خدا ہے جس نے رات اور دن، سورج اور چاند پیدا کئے۔ جو پورے توافق اور کامل ہم آہنگی کے ساتھ اس کائنات کی خدمت میں سرگرم عمل ہیں
- اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہاں نہ صرف حاکم مطلق کی کارفرمائی ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حاکم صرف ایک ہے اور اسی کی قوت قاہرہ کے ہاتھ میں ان کی باگ ہے۔ اب یہ کیسی حماقت ہے کہ لوگ ان نشانیوں کے ہوتے ہوئے کسی اور نشانی کا مطالبہ کرتے ہیں۔
- ان کائناتی نشانیوں کا ذکر کرکے یہ گویا یہ پوچھا جارہا ہے کیا اس میں کہیں ایک اللہ رب العالمین کے سوا کسی اور کی بھی کوئی کاریگری تمہیں نظر آتی ہے ؟ کیا یہ نظام ایک سے زیادہ خداؤں کی کارفرمائی میں چل سکتا تھا اور اس باقاعدگی کے ساتھ جاری رہ سکتا تھا ؟ کیا اس حکیمانہ نظام کے متعلق کوئی صاحب عقل و خرد آدمی یہ تصور کرسکتا ہے کہ یہ ایک کھلنڈرے کا کھیل ہے اور اس نے محض تفریح کے لیے چند یہ سب کچھ پیدا کیا ہے؟ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور پھر بھی نبی کی بات ماننے سے انکار کیے جاتے ہو ؟

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ

- آیتِ کریمہ اللہ کی قدرت اور نظام کی حکمت بیان کرتی ہے، کائنات کے نظم (order) اور توازن (balance) کو جو اللہ نے بنایا
- تمام اجرام فلکی (Celestial bodies) اپنے مدار میں بخوبی اور منظّم طریقے سے جاری و ساری ہیں، ایک دوسرے سے نہ ٹکراتے ہیں اور نہ نظام میں خلل آتا ہے

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ

- قرآن نہ فلکیات کی کتاب ہے نہ طبیعیات کی، مگر جہاں کائناتی حقائق کی بات کرتا ہے، وہ بیان مشاہدہ و حقیقت دونوں کے عین مطابق ہوتا ہے۔
- جدید فلکیات (astronomy) کے مطابق :
  - زمین، چاند اور سیارے سورج کے گرد اپنے اپنے مدار (orbit) میں مسلسل حرکت کر رہے ہیں۔ سورج خود بھی کہکشاں (Milky Way) کے مرکز کے گرد تقریباً 828,000 km/h کی رفتار سے گھوم رہا ہے۔ اسی طرح کہکشائیں (galaxies) بھی کائنات میں حرکت پذیر ہیں
  - یہی مفہوم قرآن نے لفظ "فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ" میں نہایت جامع انداز میں ادا کیا ہے
- حالانکہ اجرامِ فلکی کی اپنے مداروں میں گردش مشاہدات اور تجربات سے صرف اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ثابت ہوئی (اگرچہ کچھ اس ضمن میں کچھ مبہم سے نظریات پہلے موجود تھے)
- اور کہکشائیں بھی حرکت میں ہیں یہ تو بیسویں صدی میں معلوم ہوا
- ڈیڑھ ہزار برس قبل یہ بات حتمی اور یقینی انداز میں بتانا کہ "تمام" اجرامِ فلکی اپنے اپنے مدار میں رواں ہیں، جب انسان کے لیے بات ناقابل تصور تھی، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس قرآن کا ماخذ ہرگز انسان نہیں ہے بلکہ اس رب العالمین کی طرف سے ہے جس نے اس کائنات کو پیدا فرمایا اور اس کے لیے قوانین بنائے جن قوانین کی یہ کائنات پابند ہے

اضافی مواد

Reference Material

قرآنِ مجید اور جدید سائنسی نظریات

- **قرآن مجید کا مقام**- قرآن کریم نے فلکیاتی حقائق اور کائنات کے نظام پر غور و فکر کی بارہا دعوت دی ہے کہ کائنات کے نظام اور اجرامِ فلکی کی حرکت پر تدبر کرے، اور ان اشیاء میں اللہ کی قدرت کو پہچانے۔ تاہم قرآن کوئی سائنس یا ٹیکنالوجی کی کتاب نہیں بلکہ انسان کی ہدایت اور زندگی کے تمام پہلوؤں کا جامع نظام ہے۔ اسلام عقل کو کام کرنے کی آزادی تو دیتا ہے، مگر سائنسی جزئیات یا عارضی نظریات کو دین میں مرکزی مقام نہیں دیتا بلکہ ان امور کو عقل و تجربے کے دائرے پر چھوڑ دیتا ہے۔
- **سائنسی حقائق اور نظریات میں فرق** - قرآن کریم کی تشریح/ تفسیر کرتے وقت اس بنیادی اصول کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ (scientific theory)اور سائنسی حقیقت (scientific fact) الگ الگ چیزیں ہیں۔ سائنسی حقیقت وہ ہے جو تجربے اور مشاہدے سے بارہا ثابت ہو چکی ہے اور ہر حال میں درست رہتی ہے، جبکہ سائنسی نظریات وقت کے ساتھ بدل سکتے ہیں، اس لیے قرآنی تفسیر کو عارضی نظریات کے مطابق ڈھالنا درست نہیں۔ مسلمان اہل علم کا طریقہ یہ ہے کہ قرآنی مفہوم کو اٹل حقیقت مانا جائے، جب کہ سائنسی نظریات صرف اسی حد تک قبول کیے جائیں جب تک وہ قرآنی اجمالی بیان سے متصادم نہ ہوں
- **قرآن اور سائنسی جزئیات** - قرآن میں کائناتی حقائق کی طرف اشارے ضرور ملتے ہیں، مگر ان کی تفصیلات بیان نہیں کی جاتیں۔ ایسی جزئیات کا مطالعہ اور تحقیق عقل کا کام ہے، اور قرآن اس بارے میں مکمل رہنمائی پیش کرتا ہے کہ انسان اپنی عقل اور تحقیق کو درست سمت میں استعمال کرے۔ قرآن پر ایمان اس کے بیان کردہ قطعی حقائق پر ہے، نہ کہ سائنسی نظریات پر جن کا بدلنا یقینی ہے۔ اس لیے قرآن کو سائنسی عدالت یا تجربہ گاہ میں لے جا کر اس کی تفسیر کرنا اس کے اصل مقام کے خلاف ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ فلکیاتی نظریات قرآن کے اجمالی بیان سے متضاد نہیں ہیں۔

قرآن کریم کی سائنسی تفسیر کیا ہے؟

- قرآن کریم بنیادی طور پر انسان کی ہدایت کی کتاب ہے (زندگی کے نظام پہ مشتمل کتابِ ہدایت)۔ لیکن اس میں متعدد ایسی آیات موجود ہیں جو آفاقی/فطری مظاہر (Natural Phenomenon) جیسے کائناتَ، اجرام فلکی، زمین، حیاتیاتی حقائق، زندگی کا آغاز، کائنات کا وسعت پذیری، زمین کا پہاڑوں سے مستحکم ہونا، آسمان کا حفاظتی کرہ، یا سورج اور سیاروں کی گردش وغیرہ سے متعلق ہیں
- قرآن کی سائنسی تفسیر سے مراد ان آیات کو جدید سائنسی علم، تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں سمجھنا اور بیان کرنا ہے

کیا قرآن کی سائنسی تفسیر کی جانی چاہیے؟

- تفسیر نگاری میں اب تک بہت سارے اسالیب کو اپنایا گیا ہے اور ان میں اکثر و بیشتر مسلمہ حیثیت اختیار کر چکے ہیں (ان میں تفسیر بالروایت، کلامی، فقہی، نحوی، اور ادبی ..... اسالیب شامل ہیں)
- سائنسی تفسیر کا تعلق طبیعی علوم (Natural Sciences) سے ہے (وہ سائنسی شعبے جو قدرتی دنیا، مادہ، توانائی، کائنات اور غیر جاندار اشیاء کے اصول اور قوانین کی تحقیق کرتے ہیں، اور جن کا بنیادی مقصد فطرت کی مختلف قوتوں اور interactions کو تجربات، مشاہدات اور پیمائش کے ذریعے سمجھنا اور بیان کرنا ہے)
- اسلامی روایت میں امام غزالی، امام رازی اور امام سیوطی جیسے ممتاز مفکرین نے اس خیال کی حمایت کی ہے کہ طبعی علوم کو تفسیر کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے اور کیا جانا چاہیے لیکن قرآن کی سائنسی تفسیر اب تک مسلمہ حیثیت اختیار نہیں کر سکی ہے

قرآن کریم کی سائنسی تفسیر کیا ہے؟

سائنسی تفسیر کے حق میں دلائل

1. اولین (کلاسیکی) دور میں روایت کی موجودگی: سائنسی تفسیر کا رجحان اسلام کے دورِ زریں (Islamic Classical Period) میں مکمل طور اجنبی یا غیر مصدقہ نہیں رہا ہے۔ اگرچہ یہ رجحان باقاعدی اور منظّم طور پر موجود نہیں تھا، مگر اس کی بنیادیں اور اس کے اجزائی عناصر اُس دور کی تفسیری روایت میں موجود تھے۔ امام فخرالدین رازی (544-606ھ) نے مفاتیح الغیب میں طبیعی مظاہر (مثلاً بادل، آسمان، روشنی، انسانی جسم) کی علمی توضیحات پیش کیں، جو بعد کی "سائنسی تفسیر" کی سمت اشارہ کرتی ہیں۔ بعد میں دیگر مفسرین اور متکلمین، جیسے الکندی، الفارابی، ابن سینا، ابن الہیثم، پھر الرازی، الزمخشری وغیرہ نے قرآن کی آیاتِ کائنات کی تعبیر میں عقلی و سائنسی استدلال کو شامل کیا۔

2. عصر حاضر کا تقاضا: علم حقیقی ضرورتوں کے تحت ارتقاء پذیر ہوتا ہے۔ جس طرح الٰہیات کے مسائل کے لیے کلامی تفسیر وجود میں آئی، اسی طرح آج سائنس کے غلبے اور سائنسی عالمی تناظر کا تقاضا ہے کہ سائنسی تفسیر لکھی جائے، جو عصر حاضر کی ضرورت ہے

3. قرآن جامع ہدایت : چونکہ قرآن خود کو "کتاب الہدی" کہتا ہے، اس کی ہدایت کو چند امور تک محدود کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ زیادہ معقول نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن میں زندگی کے تمام امور و معاملات کے بارے میں ہدایات موجود ہیں، جن سے سائنسی ہدایات خارج نہیں ہیں۔ سائنسی طریقہ بھی قرآن فہمی کا ایک ممکنہ اور درست انداز ہو سکتا ہے۔

4. **مظاہر قدرت کی آیات**: متعدد قرآنی آیات میں مظاہر قدرت (Natural Phenomenon) کی گونا گونی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کائنات کے مجموعی نظام، توازن، ہم آہنگی، اور علت و معلول کے رشتے پر آیات اور ہدایات موجود ہیں۔ مثال کے طور پر جنین کے رحم مادر میں ارتقائی مراحل کی تفصیل، سورج، چاند، آسمانوں کی تخلیق و ترتیب کا ذکر ہے۔ یہ سب سائنسی تفسیر کے امکان کو واضح اور وسیع کرتے ہیں۔ ان پر تدبر، اور تحقیق جو قرآنی بیان کی وضاحت میں مدد دے، تو یہ ایمان کی تصدیق کا ذریعہ ہے، نہ کہ انحراف۔

5. **جدید رجحانات اور سائنسی تصدیقات**: جدید دور میں جب سائنس انسانی فکر کی سب سے بڑی اتھارٹی بن گئی، قرآن کے سائنسی پہلوؤں پر غور کرنے کا رجحان ایک نئے جوش کے ساتھ ابھرا ہے

اس ضمن میں سب سے نمایاں نام شیخ طنطاوی جوہری (م 1940) کا ہے، جو جامعۃ الازہر کے مفسر و مفکر تھے۔ انہوں نے اپنی مشہور تفسیر "الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم" میں یہ نظریہ پیش کیا کہ قرآن مجید میں کائنات کی تمام بنیادی سائنسی حقیقتوں کے اشارات موجود ہیں۔ اُن کے نزدیک قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو انسان کو محض عبادات نہیں سکھاتا بلکہ کائنات کے نظام پر غور و تحقیق کی دعوت بھی دیتا ہے

غیر مسلم محقق، فرانسیسی سرجن ڈاکٹر مورس بکائے (Maurice Bucaille) نے اپنی معروف تصنیف "The Bible, The Qur'an and Science" میں بائبل اور قرآن کے بیانات کا سائنسی معیار پر تقابلی مطالعہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ بائبل کے برعکس قرآن مجید میں جو علم ہے وہ سائنسی لحاظ سے درست اور معتبر ہے جو کہ قرآن کے الہامی ہونے کا ثبوت ہے

سائنسی تفسیر کے خلاف دلائل

1. **قرآن کتابِ سائنس نہیں بلکہ کتابِ ہدایت ہے:** سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید سائنس کی کتاب نہیں ہے، بلکہ "کتابِ الہدیٰ" کے طور پر نازل کیا گیا ہے تاکہ انسانیت کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف رہنمائی کرے۔ قرآن کا مقصد سائنسی نظریات یا قوانین بیان کرنا نہیں بلکہ کائنات کے مطالعے کے ذریعے خالق کی معرفت پیدا کرنا ہے۔ سائنسی تفسیر کا حد سے بڑھ جانا بعض اوقات آیات کے اصل مقصد اور اخلاقی مفہوم کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے

2. **جامعیت کی آیت کی غلط تعبیر:** سورۃ الانعام کی آیت (مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ) کا حوالہ سائنسی تفسیر کے حق میں دیا جاتا ہے، لیکن نکتہ چیں اسے رد کرتے ہیں۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن میں علم کی ہر قسم کی تفصیلات و جزئیات درج ہیں، بلکہ یہ ہے کہ ان تمام امور و معاملات کے بارے میں عام اصول بتائے گئے ہیں جن کا جاننا انسان کے لیے ضروری ہے اور جن سے وہ جسمانی و روحانی تکمیل حاصل کر سکتا ہے

3. **سائنس تغیر پذیر جبکہ قرآن اٹل:** سائنس وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ آج کا مسلمہ نظریہ کل متروک ہو سکتا ہے۔ لہٰذا، قرآن کی اٹل اور ناقابلِ تغیر تعلیمات کی تفسیر تغیر پذیر سائنس کی روشنی میں کرنا خطرناک ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے قرآن کو تغیر پذیر سائنس کا یرغمال بنایا جا سکتا ہے۔ ماضی میں جن سائنسی نظریوں کا حوالہ دیا جاتا تھا، وہ اب متروک ہو چکے ہیں

سائنسی تفسیر کے خلاف دلائل

4. مبالغہ آمیز دعوے اور کمزور تشریحات: سائنسی تفسیر کے حامی بعض اوقات مبالغہ آمیز دعوے کرتے ہیں، مثلاً بعض نے سورۃ الم نشرح کی آیات کو طب، جراحی اور تشریح الابدان کے علم کی بنیاد قرار دیا ہے۔ مزید یہ کہ نام نہاد سائنسی آیات کی تشریح بھی محتاج تشریح رہتی ہے۔م

5. سائنسی تناظر کا اثر: قرون اولیٰ میں جب مسلمانوں کی سائنسی سرگرمی عروج پر تھی، اس وقت کی تفاسیر میں بالعموم سائنس کے حوالے موجود نہیں ہیں۔ اس کے برعکس آج جب مسلمانوں کی سائنسی سرگرمیاں زوال پذیر ہیں، وہ اسلامی عقائد کے تحفظ کے لیے جدید سائنس کا سہارا لے رہے ہیں۔ یہ سائنس دراصل مغربی تہذیب کی پیداوار ہے، اور سائنسی تفسیر اسلام کے نام پر مغربی سائنس کے رنگ میں رنگی جارہی ہے، جس سے وہ اپنی اصلیت کی توثیق سے محروم ہو جائے گی

6. اخلاقی سبق کا مقصد: قدرتی اور وجودی مظاہر کے بارے میں نازل ہونے والی قرآنی آیات کا اصل مقصد انسانی عقل و شعور کی تربیت و رہنمائی ہے تاکہ ان مظاہر کے مشاہدے سے اخلاقی سبق اخذ کیے جا سکیں

قرآن کریم کی سائنسی تفسیر کیا ناممکن العمل ہے؟

جواز کی وجوہات : قرآن کی سائنسی تفسیر کے جواز میں چند اہم نکات پیش کیے جاسکتے ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ رجحان نہ صرف ممکن ہے بلکہ فکری طور پر قابلِ توجیہ بھی ہے۔ان میں سے نمایاں پہلو درج ذیل ہیں

- **قرآنی آیات میں امکانات :** متعدد قرآنی آیات میں ایسے مظاہر کے حوالے موجود ہیں جو سائنسی تفسیر و تعبیر کے لیے کافی امکانات رکھتے ہیں (مشہور مفسر علامہ طنطاوی جوہری کے مطابق کہ قرآن کی 750 آیات ایسی ہیں جو واضح طور پر طبعی کائنات سے متعلق ہیں)
- **تفسیر کا تنوع:** جس طرح ایک قانون دان قانون سے متعلق آیات پر توجہ دیتا ہے اور ایک حیاتیات دان جنین کے ارتقائی مراحل پر، یہ دونوں دلچسپیاں اپنی جگہ اہم ہیں اور ایک کی دلچسپی کو دوسرے پر تفوق حاصل نہیں ہے
- **الفاظ کے معنی کی متعدد تہیں :** لسانی نقطۂ نظر سے یہ عین ممکن ہے کہ ایک لفظ یا بیان کے معنی کی کئی تہیں ہوں۔ایک تہہ ایک عہد میں بامعنی ہو جبکہ دوسری تہہ اگلے عہد میں پہلی کی نفی کیے بغیر بامعنی ہو جائے ۔ مثال کے طور پر لفظ "يَسْبَحُونَ" (تیرنا) جو ساتویں صدی کے عربوں کے لیے بھی ایک خاص معنی رکھتا تھا اور آج جدید سائنسی نظریات کی روشنی میں بھی ایک خاص معنی رکھتا ہے (سیاروں کا مدار میں گردش کرنا)
- **قرآن کا تدبر اور تفکر کی دعوت :** قرآن مجید بارہا انسان کو آفاق و انفس میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے "سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى الْأٓفَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ" (حم السجدہ: 53)۔ یہ دعوت محض روحانی نہیں بلکہ سائنسی تفکر کو بھی مہمیز دیتی ہے، کیونکہ کائنات میں غور کرنا دراصل خالق کے نظام کو سمجھنے کی ایک راہ ہے۔اس لحاظ سے سائنسی تدبر بھی قرآنی تدبر ہی کی ایک صورت ہے۔

قرآن کریم کی سائنسی تفسیر۔؟

قرآن کی سائنسی تفسیر پر گفتگو کرتے ہوئے درج ذیل نکات نہایت اہمیت رکھتے ہیں، جو اس رجحان کی فکری نوعیت، اس کے محرکات، حدود اور امکانات کو متوازن انداز میں واضح کرتے ہیں:

1. **محرکات (Motivations)**: سائنسی تفسیر کی حمایت میں دو بنیادی محرکات کارفرما ہیں:

☞ **منفی محرک (دفاعی پہلو)**: یہ جذبہ اس خواہش سے پیدا ہوتا ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ قرآن اور جدید سائنس کے درمیان کوئی تضاد یا کشمکش نہیں۔ اس کا مقصد قرآن کو جدید علمی معیار کے مطابق ایک دفاعی پوزیشن میں پیش کرنا ہے

☞ **مثبت محرک (اعجاز القرآن)**: یہ تصور اس یقین پر مبنی ہے کہ قرآن میں پوشیدہ سائنسی حقائق اس کے الہامی ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔ تاہم "اعجازِ قرآن" کے نام پر سائنسی توجیہات کا یہ دروازہ ماضی میں منکرین کے چیلنجز کا بھرپور جواب نہ دے سکا، اس لیے ہر دور میں اسے ازسرِ نو کھولنے کی ضرورت نہیں

2. **قرآن کے علم کی نوعیت (Nature of Qur'anic Knowledge)**: قرآن میں موجود سائنسی اشارے کسی مخصوص زمانی یا تاریخی علم کی طرح نہیں بلکہ عمومی اور رہنمائی کے پہلو سے ہیں۔ جس طرح قرآن نے تمام تاریخی واقعات کی تفصیل نہیں دی، اسی طرح مستقبل کے تمام سائنسی انکشافات کو بیان کرنے کا دعویٰ بھی قرآن کا مقصد نہیں۔ قرآن کا علم نوعی (Typological/Generic) اور اصولی ہے، تفصیلی نہیں

3. **حوصلہ افزائی(Encouragement for Scientific Inquiry):** قرآن قدرت کے مظاہر پر غور و فکر کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اس کی بھرپور حوصلہ افزائی کرتا ہے۔یہ محض قانون یا تاریخ کی کتاب نہیں بلکہ تخلیقِ کائنات کے مطالعے کے لیے ایک روحانی اور فکری تحریک بھی فراہم کرتا ہے۔ قرآن کا یہ انداز دراصل سائنسی ذہن کے فروغ کی دعوت ہے۔

4. **عمل کی تیاری (Preparation for Action):**

قرآنی دعوتِ تفکر پر سنجیدگی سے عمل کے لیے امتِ مسلمہ کو فکری، علمی اور تہذیبی سطح پر ازسرِنو تیاری درکار ہے۔ یہ تیاری صرف جدید سائنسی یا مادی علوم کے حصول تک محدود نہیں بلکہ اس میں اپنی مسلم علمی روایت کی گہری آگہی، اس کے فکری ڈھانچے کا شعور، اور اس روایت سے نئے علمی امکانات اخذ کرنے کی صلاحیت بھی شامل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جدید علم کے ساتھ مکالمہ کرنے کے لیے ہمیں اپنی فکری روایت سے ٹوٹ کر نہیں بلکہ اسی کی بنیاد پر آگے بڑھنا ہوگا۔

مفسرین جنھوں نے اپنی تفاسیر میں مروجہ جدید علوم سے استفادہ کیا

یہ وہ اہل علم و تفاسیر ہیں جنھوں نے قرآن کی تفسیر میں طبیعی یا کائناتی مظاہر کو عقل و مشاہدہ اور اس زمانے کے علوم کے ساتھ یا بیان کیا ہے یا ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے (یقیناً بعض شرائط کے ساتھ)

- **ابوالحسن علی بن الحسن المسعودی** (چوتھی صدی ہجری) ۔آپ تاریخ و جغرافیہ میں ماہر تھے، قرآن کی تفسیر میں زمین، کائنات اور جغرافیائی حقائق کی سائنسی بنیاد پر تحقیقات شامل کرتے رہے۔ ان کے آثار میں سائنسی مباحث اور کائنات کی ساخت کے حوالے سے جدید رجحانات ملتے ہیں
- **الزمخشری** (چھٹی صدی ہجری) ۔آپ نے اپنی تفسیر کشاف میں بلاغت، محاورات، الفاظ کی لسانی معلومات اور کلامی علوم سے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ اس کو اس کاملیت سے بیان کیا کہ تفسیر میں معانی اور بلاغت کا ایک حوالہ (reference) ہے
- **امام ابو حامد الغزالی** (ساتویں صدی ہجری) ۔آپ کی تفسیر میں طبیعیات، فلسفہ، ریاضی، طب اور اس وقت کے جدید علوم کے حوالے سے علمی مباحث اور سائنسی اشارات ملتے ہیں
- **امام فخر الدین رازی** (ساتویں صدی ہجری) ۔آپ کی تفسیر کبیر (المعروف "مفاتیح الغیب") میں کائنات، طبعیات، انسان کے تخلیقی مراحل پر فلسفیانہ و "علمی" استدلال، طب، ریاضی اور اس وقت کے جدید علوم کے حوالے سے علمی مباحث اور سائنسی اشارات ملتے ہیں
- **بیضاوی** (ساتویں صدی ہجری) ۔آپ کی تفسیر "انوار التنزيل وأسرار التأويل" اعلیٰ درجے کا علمی و فقہی مجموعہ ہے جو قرآنی علوم، لغت، نہج النحو، اصول التفسیر، اور اس زمانے کے علمی علوم کے امتزاج پر مبنی ہے۔

مفسرین جنہوں نے اپنی تفاسیر میں مروجہ جدید علوم سے استفادہ کیا

- **امام ابن کثیر** (آٹھویں صدی ہجری) آپ کی تفسیر قرآن مجید کا ایک معتبر و معروف ماخذ ہے جو محدثین و مفسرین کی روایات، احادیث، اقوال صحابہ، تابعین اور تاریخی قصص کے ساتھ قرآن کی تشریح کرتی ہے۔اس کے علاوہ طب، فلکیات، تاریخی، جغرافیائی، لغوی، نحوی علوم سے بھی خوب استفادہ کیا تفسیر میں۔

- **ابن خلدون** (آٹھویں/نویں صدی ہجری) ۔آپ اگرچہ مفسرِ قرآن نہیں ہیں لیکن آپ کا شمار دورِ متوسط کے نمایاں اہلِ علم میں ہوتا ہے۔ قرآن کے "سننِ تکوینی" (قوانینِ فطرت) اور "سننِ تاریخی" (قوانینِ عمرانیات) کے باہمی تعلق پر گفتگو کی۔آپ کے نزدیک قرآن میں فطرت اور معاشرت دونوں کے وہ بنیادی اصول بیان ہیں جو عقلِ انسانی کے مشاہدے سے مطابقت رکھتے ہیں۔ان کا یہ طرزِ فکر سائنسی شعورِ قرآنی کی طرف ایک بڑا قدم تھا۔

- **شاہ ولی اللہ دہلوی** (بارہویں صدی ہجری) ۔آپ نے اپنے رسالے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر اور اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں قرآن کے نظمِ تکوین اور انسانی عقل کے ربط پر زور دیا۔آپ نے اپنی تفسیر میں عقلی و نقلی علوم کا حسین امتزاج پیش کیا اور مختلف علوم مثلاً فلسفہ، تصوف اور معاشرتی علوم سے استفادہ کیا تاہم یہ واضح کیا کہ قرآن میں موجود طبیعی، حیاتی، اور سماجی اشارات عقل کو حرکت دینے کے لیے ہیں، نہ کہ تفصیلی علمی بیان کے لیے۔ان کے نزدیک "آیاتِ آفاق و انفس" کا مقصد یہی ہے کہ انسان فطرت کا مشاہدہ کرے اور خالق کی حکمت تک پہنچے

مفسرین جنھوں نے اپنی تفاسیر میں مروجہ جدید علوم سے استفادہ کیا

- شیخ طنطاوی جوہری (تیرہویں صدی ہجری - 19 ویں صدی عیسوی)-آپ نے اپنی تفسیر "الجواہر فی تفسیر القرآن" میں جدید سائنسی علوم کو نمایاں طور پر شامل کیا اور قرآن کی آیات کی سائنسی تشریحات پیش کیں، آپ کو سائنسی تفسیر کا اولین نمایاں نمائندہ سمجھا جاتا ہے، انہوں نے قرآن کی تقریباً ہر آیت میں سائنسی مظاہر تلاش کرنے کی کوشش کی اور تقریباً سات سو آیات کو جدید سائنس کے مختلف شعبوں کے اصولوں اور دریافتوں کے ساتھ بیان کیا۔ وہ سائنسی تفسیر کو نہ صرف جائز سمجھتے ہیں، بلکہ اس کا وجوب (واجب ہونا) بھی بیان کرتے ہیں.
- شیخ محمد عبدہ اور رشید رضا (20 ویں صدی عیسوی)-ان دونوں نے تفسیر المنار میں قرآن کے عقلی و تجربی پہلو پر زور دیا۔ان کے نزدیک قرآن فطرت کے مشاہدے اور عقل کے استعمال کی دعوت دیتا ہے، لہٰذا سائنسی دریافتیں اگر قرآن کے بیان سے ہم آہنگ ہوں تو یہ تائیدِ ایمان کا باعث بن سکتی ہیں البتہ وہ "طنطاوی طرز" کی مبالغہ آمیز سائنسی تاویلات کے قائل نہیں تھے
- ڈاکٹر محمد اقبال (20 ویں صدی عیسوی) –آپ اگرچہ مفسرِ قرآن نہیں تھے لیکن اپنے مشہورِ زمانہ مقالے" تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ (The Reconstruction of Religious Thought in Islam)" میں انھوں نے قرآن کی آیات کو سائنس اور فلسفۂ جدید کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ان کے نزدیک قرآن " تفکر" کی کتاب ہے، اور جدید علم اس تفکر کو وسعت دینے کا ذریعہ ہے۔

مفسرین جنہوں نے اپنی تفاسیر میں مروجہ جدید علوم سے استفادہ کیا

- سید ابو الاعلیٰ مودودی (20 ویں صدی عیسوی)-آپ نے اس بحث کے ضمن میں ایک خاص توازن کی نمائندگی کی ہے۔آپ قرآن اور جدید علم کے تعلق کو تسلیم کرتے ہیں، مگر "سائنسی تفسیر" کی انتہاؤں سے پرہیز کرتے ہیں، آپ نے قرآن کو عقلی، فطری اور عملی کتابِ ہدایت کے طور پر پیش کیا۔آپ کے نزدیک قرآن:

  "نہ تو سائنس کی کتاب ہے، نہ فلسفہ کی، بلکہ وہ کتابِ ہدایت ہے - مگر اس کی ہدایت فطرتِ انسانی اور کائناتِ الٰہی دونوں کے اصولوں سے ہم آہنگ ہے۔"

  آپ نے ان مفسرین (مثلاً طنطاوی جوہری وغیرہ) پر تنقید کی جو ہر سائنسی دریافت کو قرآن میں تلاش کرنے لگے۔ان کے نزدیک "یہ رویہ قرآن کو ایک وقتی، تغیر پذیر علم کے تابع بنا دیتا ہے، حالانکہ قرآن کا مقصود انسان کو ہدایت دینا ہے، سائنس پڑھانا نہیں" لیکن وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ جہاں قرآن فطرت کی نشانیوں کا ذکر کرتا ہے، وہاں وہ عقل کو دعوت دیتا ہے کہ کائنات کے نظام پر غور کرے، اور یہی غور و فکر جدید سائنسی شعور کا نقطہ آغاز بن سکتا ہے۔ گویا آپ سائنس کے ساتھ مکالمہ کے قائل ہیں، تابعیت کے نہیں۔

- ان کے علاوہ جدید مفسرین (اور علماء) جنہوں نے اپنی تفاسیر میں جدید علوم اور سائنس سے استفادہ کیا یا اس کے قائل ہیں ان میں علامہ عبدالرحمٰن الکواکبی، سید قطب شہید، پیر کرم شاہ الازہری، عبدالماجد دریاآبادی، ڈاکٹر مصطفی محمود (مصر)، شیخ عبدالمجید الزندانی (یمن)، ڈاکٹر طاہر القادری، ڈاکٹر اسرار احمد، علامہ محمد اسد، ڈاکٹر زغلول النجار، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، ڈاکٹر مورس بکائے، ڈاکٹر طارق رمضان شامل ہیں

حوالہ جات ومزید کتب برائے مطالعہ

- قرآن کی سائنسی تفسیر (Scientific Exegesis of the Qur'an) - ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری
- قرآنی آیات کی سائنسی تشریح - خطرات اور تدارک۔ ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی
- قرآن کی سائنسی تفسیر -علامہ اسید الحق قادری بدایونی
- قرآن کریم کے فقہی اور سائنسی مضامین ـــ خورشید حسن قاسمی
- قرآن پاک کے نئے سائنسی معجزات ـــ ڈاکٹر سلطان بشیر محمود
- تفسیر قرآن میں سائنس سے استفادہ -غلام حقانی
- جدید سائنسی ایجادات اور مسلمان سائنسدانوں کا حصہ - سید حسین نصر
- اسلام اور سائنس میں تضاد کا تحقیقی جائزہ ـــ محمد ذوالقرنین، راؤ فرحان علی
- Quranic Scientific Tafsir: Is it Feasible? By Professor Mustansar Mir
- The Bible, the Qur'an and Science - Dr. Maurice Bucaille
- The Significance of Scientific Interpretation in Da'wah and Its Impact in the Modern Era (Analytical Study) — Sadaqat Hussain, Dr. Amjad Hayat